رسالہ شکن

موسوم بہ

لولوئے ازغیب

۱۱۰۲ھ

مصنفہ

شیو لال

مرتبہ

ڈاکٹر محمد ایوب قادری

انجمن ترقی اردو پاکستان
بابائے اردو روڈ۔ کراچی نمبر ۱

ا

رسالہ شگن

موسوم بہ

لولوئے از غیب

۱۱۰۲ھ

مصنفہ

شیو لال

مرتبہ

ڈاکٹر محمد ایوب قادری

ب

سلسلہ مطبوعات انجمن ترقی اردو پاکستان شمارہ ۴۳۸

اشاعت اوّل ۱۹۸۳ء

تعداد ۵۰۰

طابع۔ انجمن پریس شو مارکیٹ۔ کراچی

قیمت چھ روپے

فہرست

جمیل الدین عالی
معتمد اعزازی

حرفے چند

انجمن کے مخطوطات میں ایسے مخطوطات کو خصوصیت حاصل ہے جو اردو زبان کے بعض نہایت اہم ارتقائی ادوار کی جھلکیاں دکھاتے ہیں۔ ہم خاصا مالی نقصان اٹھا کر بھی انہیں چھاپتے رہتے ہیں تاکہ اس موضوع پر کام کرنے والے ان سے استفادہ کر سکیں۔ بڑی حد تک وہ تحریریں عام دلچسپی کی حامل بھی ہوتی ہیں۔

زیر نظر مخطوطہ انجمن کا نہیں تھا بلکہ ڈاکٹر ایوب قادری مرحوم نے اسے انجمن کو عطیہ دیا تھا۔ یہ شمالی ہند سے تعلق رکھتا ہے اور عہد عالمگیر کے اواخر میں تصنیف ہوا۔ اس کی زبان اس کی ہم عصر اور کسی قدر بعد کی دکنی تحریروں سے بھی خاصی مختلف ہے۔ امید ہے کہ اہل نظر تقابلی مطالعہ کریں گے تو بہت سے قابل گفتگو مباحث ابھریں گے۔

مصنف آں جہانی شیولال کو مرتب محترم ڈاکٹر ایوب قادری نے اپنے مختصر سے تعارف میں اہل علم قرار دیا ہے اور چونکہ ڈاکٹر قادری مرحوم نے اس مخطوطے کے حوالے سے صاحب مثنوی پر کام کیا تھا اس لیے ان کے بیان سے اختلاف نہیں کرنا چاہیے مگر معلوم ہوتا ہے کہ وہ یہ بات رواروی میں لکھ گئے۔ شیولال صاحب روش عام کے مطابق فارسی ضرور جانتے ہونگے اور علم نجوم سے ان کی دلچسپی مثنوی کے ہر باب سے ظاہر ہے لیکن اگر اہل علم موزوں طبع نہ بھی ہوں تب بھی قوافی کی صوتیات سے ناواقف نہیں ہوتے۔ ردیف وقافیہ کے معاملے میں اجتہاد اور بات ہے اور اس کا پتہ صاف چل جاتا ہے۔ مثلاً ہماری صدی کے بعض مستند شعرا نے رعد اور باد کو ہم قافیہ باندھا ہے لیکن یہ کہہ کر کہ وہ اجتہاد صوتی کر رہے ہیں۔ شیولال صاحب کا یہ رنگ نہیں ہے۔

شیولال صاحب کا اہل علم ہونا مثنوی سے ثابت نہیں، وہ قدم قدم پر ایسی غلطیاں

کرتے نظر آتے ہیں جو فارسی ادب کے عالم نہیں کر سکتے۔ پابند صنف نظم میں ردیف اور قافیہ شعر کی جان ہیں۔ شیولال اس لازمے کی طرف سے خاصے بے پروا نظر آتے ہیں۔ بعض الفاظ کو "ضرورت شعری" کے مطابق ناگوار حد تک کھینچ لیتے ہیں یا مختصر کر دیتے ہیں۔ مثلاً لفظ جمعہ کا استعمال دیکھیے۔

اوٹھی ہے مثنوی جمعہ کے دن سے

یہاں جمعہ کو پہلے بھی غلط تلفظ کے ساتھ نظم کیا ہے اور چند اشعار کے بعد جمعہ کس طرح نظم کرتے ہیں۔

جمعہ پھر پنجشنبہ کے گھر آیا

ان کے ساتھ فن، وطن قافیہ باندھ لینا کئی جگہ ایطائے خفی و جلی کو راہ دینا بعض مقامات پر بالکل بے بحر ہو جانا (تفصیل کے لیے فاضل مرتب کے حواشی دیکھیے) یہ سب اہل علم کی نشانیاں نہیں ہیں۔ لیکن ان اغلاط سے مثنوی اور صاحب مثنوی کی تاریخی اہمیت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس دور میں اردو شاعری سے شغف رکھنے والے ایک کائستھ بزرگ نے جس طرح اردو کو اپنا ذریعہ اظہار بنایا وہ کئی لحاظ سے ایک دلچسپ مطالعہ ہے۔

کتاب کے آخری صفحے سے انکشاف ہوتا ہے کہ نہ تو یہ مخطوطہ مصنف کے اپنے قلم سے لکھا گیا ہے نہ سال تصنیف کا نسخہ ہے۔ کتاب ختم ہوئی ۹۱-۱۶۹۰ء میں اور یہ مخطوط لکھا گیا ۱۸۶۰ء میں۔ اس کی کتابت کسی سید علی بخش خاں صاحب نے کی جو مصنف کے ہم وطن تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کی ذرّیت نے سید صاحب موصوف سے مصنف کا قلمی نسخہ صاف کرایا ہے۔ اس سبب سے قافیے ردیف اور تلفظات کی تو نہیں بعض دوسری غلطیاں مصنف کے حساب میں سے نکال کر کاتب کے حساب میں ڈالی جا سکتی ہیں۔۔۔۔ ۔۔۔۔ کون سی، یہ کہنا دشوار ہے۔

لیکن یہ اشاعت مصنف یا کاتب کے شمار اغلاط کے لیے نہیں ہے۔ اس اشاعت کا مقصد عہد عالمگیری کے اردو پھیلاؤ پر روشنی ڈالنا ہے۔ اس وقت شمالی ہند میں نہ صرف دفتری بلکہ نجی خطوط کی زبان بھی فارسی تھی۔ اردو کو کوئی سرکاری یا تحریکی تائید بھی حاصل نہ تھی۔ جس سے ایک بار پھر ثابت ہوتا ہے کہ اسے اس دور میں عام آدمی بولنے

لگا تھا اور خاص آدمی روزمرّہ کے معاملات میں اردو گوئی سے کام لینے پر مجبور تھا۔ اس کیفیت نے اردو کو اظہار فن کے لیے بھی ذریعہ ابلاغ بنا دیا اور آہستہ آہستہ شیولال صاحب جیسے شوقین بھی اردو شاعری کی طرف مائل ہونے لگے۔ یہ دراصل ایک ناگزیر عمرانی رجحان تھا جسے اکثر بزرگ اور معاصرین اردو کی ترقی کے لیے دانستہ کوششوں کا عنوان بھی دے دیتے ہیں۔ راقم الحروف نہایت ادب سے عرض کرتا ہے کہ ایسا ہونا ہی تھا۔

یہ مثنوی ایک خاص انفرادیت کی حامل ہے۔ اس میں کوئی قصہ کہانی نہیں بلکہ اپنے وقت کے علم نجوم کی چند اصطلاحات کی نقاشی اور بیان خواص ہے۔ اس لحاظ سے یہ ایک اور بھی زیادہ دلچسپ مطالعہ بن جاتی ہے۔

ڈاکٹر ایوب قادری مرحوم اردو کالج کے واسطے سے اور اپنی ذاتی حیثیت میں بھی انجمن کے ایک بہت قیمتی معاون تھے۔ اللہ انہیں جنت نصیب کرے۔ بڑی لگن کے انسان تھے۔ انہوں نے بہت کام کیا اور بہتوں کی انتہائی مفید اور بے غرضانہ رہنمائی کی۔ زیر نظر مثنوی پر کام انجمن کے لئے ان کا آخری اور بہت قیمتی تحفہ ہے۔

مقدمہ

برصغیر کے شمالی حصوں میں امیر خسرؔو اور محمد شاہی دور کے اردو شعرا کے درمیان تحریری نمونوں کے اعتبار سے جو خلا اب تک چلا آرہا تھا وہ نئی تحقیقات کی بدولت پر ہوتا جا رہا ہے اور بعض ایسی منظومات منصۂ شہود پر آرہی ہیں جو محمد شاہی دور سے بہت پہلے دہلی اور نواح دہلی میں لکھی جا چکی تھیں۔ ان ہی منظومات میں مثنوی " لولوئے از غیب " بھی ہے جو علاقہ روہیلکھنڈ کے مشہور و معروف قصبہ آنولے کے ایک ہندو شیو لال نے لکھی تھی۔

" لولوئے از غیب " اس مثنوی کا تاریخی نام ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ مثنوی ۱۱۰۲ھ مطابق ۱۶۹۰ء میں لکھی گئی تھی۔ اس وقت تخت دہلی پر حضرت اورنگ زیب عالمگیرؒ متمکن تھے۔ مشہور روایتوں کے بموجب ولیؔ اس مثنوی کے تحریر میں آنے کے دس سال بعد دار الحکومت دہلی میں وارد ہوئے تھے۔ اس وقت وہ خالص دکھنی زبان میں شاعری کرتے تھے۔ جب وہ حضرت شاہ سعد اللہ گلشنؔ (ف ۱۱۴۱ھ / ۱۷۲۹ء) سے ملے تو شاہ صاحب نے ان کو اردوئے معلیٰ میں شعر کہنے کی ترغیب دی۔ اس واقعہ کو قدرت اللہ شوقؔ اور قائمؔ چاندپوری نے اپنے اپنے تذکروں میں بیان کیا ہے۔

قدرت اللہ شوقؔ رقم طراز ہیں:

> " شاہ موصوف فرمودہ کہ شما زبان دکھنی را گذاشتہ ریختہ را موافق اردوئے معلیٰ شاہجہاں آباد موزوں بکنید تا موجب شہرت در واج و مقبول خاطر طبعانِ عالی مزاج گردد "

قائمؔ اپنے تذکرہ مخزنِ نکات میں لکھتے ہیں:

"درسنِ چہل و چہار از جلوسِ عالمگیر بادشاہ ہمراہ میر ابو المعانی نام سید پسرے کہ دلش فریفتۂ اوبود بجہاں آباد آمد۔ گاہ گاہ بزبانِ فارسی دو سہ بیت در وصفِ خط و خالش می گفت۔ چوں درآنجا بسعادت ملازمت حضرت شاہ گلشن قدس سرہٗ (ف ۱۱۴۱ھ ۱۷۲۹ء) مستعد بگفتن شعر بزبانِ ریختہ امر فرمود۔ ایں مطلع نغز موزوں کردہ حوالۂ او نمود" ؎

خوبیٔ اعجازِ حسنِ یار گر انشا کروں

بے تکلف صفحۂ کاغذ ید بیضا کروں

اردوئے معلّیٰ سے قدرت اللہ شوقؔ کی مراد اس زبان سے ہے جو اس وقت دہلی اور نواحِ دہلی میں بولی جاتی تھی۔ مگر چونکہ وہ اس وقت تک دفتری زبان نہیں بنی تھی اس لئے اس میں تحریری کام بہت کم ہوتا تھا۔ کبھی کوئی شاعر تفننِ طبع کے لئے اور کبھی عوام الناس میں اپنے خیالات کے اظہار کے لئے کچھ لکھ لیتا تھا جو عموماً نظم کی شکل میں ہوتا تھا۔ ان ہی تحریروں کے نمونے موجودہ تحقیق کی روشنی میں منظرِ عام پر آرہے ہیں۔

بہر حال ولیؔ نے حضرت شاہ سعد اللہ گلشنؔ کی رائے پر عمل کیا اور جو نمونہ شاہ صاحب نے ان کو دیا تھا اس کو سامنے رکھ کر انہوں نے اردوئے معلّیٰ میں شعر کہنا شروع کیا۔ پہلے دکھنی اور اردوئے معلّیٰ کی ملی جلی زبان میں کچھ اشعار کہے۔ پھر خالص اردو میں شاعری کرنے لگے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے کلیات میں تین طرح کے اشعار ملتے ہیں (۱) خالص دکھنی میں جن کو اردو داں طبقہ شروح اور دکھنی زبان کی لغت کی مدد کے بغیر مشکل سے سمجھ سکتا ہے (۲) دکھنی اور اردوئے معلّیٰ کی ملی جلی زبان جس میں چند الفاظ اجنبی ہوتے ہیں اور جب ان کے معنی معلوم ہو جاتے ہیں تو پورا شعر آسانی سے سمجھ میں آجاتا ہے۔ (۳) وہ اشعار جو خالص اردوئے معلّیٰ میں ہیں۔ ان کو اردو داں طبقہ بغیر کسی کی مدد کے بہ آسانی سمجھ لیتا ہے۔

ان حالات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اردوئے معلیٰ ولیؔ کے ذریعہ دکن پہنچی اور وہاں ان کے اثر سے ایک نیا دبستانِ شاعری وجود میں آیا جس کو "اورنگ آباد کا دبستانِ شاعری" کہا جاسکتا ہے۔ ولیؔ نے کئی سال طبع آزمائی کر کے اپنا دیوان مرتب کیا جوان کی آمد کے تقریباً اکیس سال بعد دہلی آیا۔ اس سلسلہ میں شیخ غلام ہمدانی مصحفیؔ "تذکرۂ ہندی" میں لکھتے ہیں:

"ایک روز شیخ ظہور الدین حاتمؔ نے مجھ سے بیان کیا کہ فردوس آرام گاہ کے دوسرے سال جلوس (۱۱۳۳ھ ۱۷۲۱ء) میں ولیؔ کا دیوان دہلی آیا اور اس کے اشعار ہر چھوٹے بڑے کی زبان پر جاری ہو گئے۔"

اس کے بعد سے دہلی میں باقاعدہ اردو شاعری کا آغاز ہوا اور اس کی بنا پر عام طور سے یہ خیال کیا جانے لگا کہ ولیؔ کے دہلی آنے سے پہلے یہاں کوئی دقیع تحریر وجود میں نہیں آئی تھی لیکن موجودہ تحقیقات نے اس خیال کو غلط ثابت کر دیا ہے اور یہ پتہ چلا ہے کہ ولیؔ کی آمد سے قبل بھی بعض نظمیں لکھی جا چکی تھیں۔ "لولوئے از غیب" اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

مثنوی "لولوئے از غیب" کے مصنف شیولال کوئی اچھے شاعر معلوم نہیں ہوتے جس کا انہیں خود بھی اعتراف ہے۔ فرماتے ہیں ؎

شروع کرتا ہوں احوالِ شگن میں ۔۔۔ نہیں ہوں گرچہ کچھ موزوں سخن میں
مگر میں نے یہ تک بندی کری ہے ۔۔۔ خدا جانے بھلی ہے یا بری ہے

تاہم زبان کے اعتبار سے اس کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اس کا مضمون یقیناً غیر دلچسپ اور موجودہ زمانہ کے لحاظ سے قطعاً غیر مفید ہے۔ اس میں شاعرانہ محاسن کی بھی خاصی کمی ہے لیکن قواعدِ زبان، جملوں کی ساخت اور لب و لہجہ کے اعتبار سے یہ موجودہ دور کی اردو سے مختلف نہیں ہے۔ اگر پہلے سے نہ بتا دیا جائے تو کوئی شخص بھی اس کے مطالعہ کے بعد یہ نہیں سمجھ سکتا کہ یہ مثنوی تین سو سال پرانی ہے۔ زبان کی روانی اور اندازِ بیان کو دیکھ کر اس پر دورِ حاضر کی تخلیق ہونے کا گمان ہوتا ہے۔ البتہ بعض الفاظ ایسے ہیں

جواب خواص کی گفتگو اور تحریروں میں استعمال نہیں ہوتے بلکہ یا تو عوام اور دیہاتیوں میں مروج ہیں یا متروک ہو چکے ہیں۔ مثلاً اس شعر میں

اسی کی ذات سے علم دہر ہے　　　وہی، ہر ایک کے دل سے خبر ہے

'خبر' خبردار کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

یا یہ شعر ملاحظہ ہو:

صلاحی اس کا ہے، آہوئے صحرا　　　ہے اس کا رتھ، روپہرا اور سنہرا

میں 'صلاحی' بمعنی صلاح کار اور 'روپہرا' بمعنی سفید اب متروک ہیں۔

یا یہ دو شعر ملاحظہ ہوں

بڑی تو یہ ہے، اوس رتھ کی نشانی　　　نہایت اوس کی چھتری ہے، پورانی

بولاتی مرد کو ہے وہ، کسی کے　　　نکالے تا کہ وہ، ارمان جی کے

ان اشعار میں 'اس'، 'پرانی' اور 'بلاتی' کی جگہ 'اوس'، 'پورانی' اور 'بولاتی' استعمال ہوئے ہیں۔

اسی طرح 'حَضَر' کی جگہ 'حَضَرَ'، 'ذِکْر' کی جگہ 'ذِکَر'، اور 'کَسْب' کی جگہ 'کَسَب' کو کام میں لایا گیا ہے۔ موجودہ زمانہ میں عوام بعض الفاظ اسی طرح استعمال کرتے ہیں مثلاً قِسْم کو 'قِسَم'، 'صَبْر' کو 'صَبَر' اور 'قَتْل' کو 'قَتَل' بولتے ہیں۔

جہاں تک اس مثنوی کے مضمون کا تعلق ہے وہ اس مصرعے سے ظاہر ہے۔

ع شروع کرتا ہوں احوالِ شگون میں

گویا اس مثنوی میں شگون لینے کے متعلق اظہارِ خیال کیا گیا ہے۔ چونکہ شگون لینے کی نہ کوئی علمی حیثیت ہے اور نہ علمی بنیاد ہے اس لئے آج کل ہر قوم میں پڑھا لکھا طبقہ شگون لینے کو توہم پرستی پر محمول کرتا ہے لیکن جس زمانہ میں یہ مثنوی لکھی گئی تھی اس وقت برصغیر میں نہ صرف ہندو بلکہ مہذب مسلمان تک بھی اس پر عقیدہ رکھتے تھے۔ دنوں اور گھڑیوں کو سعد اور نحس میں تقسیم کر رکھا تھا اور ذرا ذرا سی بات سے شگون لے کر کام کرتے تھے۔ مثلاً گھر سے نکل رہے ہیں اور کسی کو چھینک آ گئی تو فوراً واپس ہو گئے۔

جا رہے ہیں اور بلّی راستہ کاٹ گئی انہوں نے اپنا جانا ملتوی کر دیا۔ اسی طرح کی اور بہت سی نامعقول باتیں تھیں جو اس وقت کے لوگوں کے عقیدے کی بنیاد بنی ہوئی تھیں۔ چنانچہ پچھلی صدی میں سرشار نے اپنے مشہور ناول "فسانۂ آزاد" میں ان باتوں کا بڑا مذاق اڑایا ہے۔ یہ توہم پرستی نہ صرف برصغیر میں عام تھی بلکہ دنیائے قدیم کی تقریباً تمام متمدن اور غیر متمدن قومیں اس مرض میں مبتلا تھیں۔ اب سے دو، ڈھائی ہزار سال پہلے یونان، علوم و فنون کا گہوارہ بنا ہوا تھا لیکن وہاں کے مہذب ترین لوگ بھی معمولی معمولی باتوں سے شگون لیتے تھے۔ جنگ اور صلح جیسے معاملات بھی شگون کے ذریعہ نمٹائے جاتے تھے۔ صقلیہ (SICILY) قرطاجنہ، (CARTHAGE) اور روما (ROME) میں بھی یہی کچھ ہوتا تھا۔ چنانچہ پلوٹارک نے صقلیہ کے شہر "سراقوس" (SYRACUSE) کے بارے میں لکھا ہے کہ "جب وہاں کے جابر ڈیونی سیس کو حکومت سے علیحدہ کرنے کے لئے "ڈیون" نے تحریک چلائی اور اس مہم کا آغاز کیا تو چڑھاوے کے بعد شراب انڈیلی گئی اور اس کے ساتھ دعائیں مانگی گئیں۔ اسی وقت چاند کو گہن لگ گیا جس کی وجہ سے سپاہیوں میں مایوسی کی ایک لہر دوڑ گئی تب ملطس (MILTAS) نے جس کی حیثیت 'مخبر غیب' کی تھی اسمبلی کے بیچوں بیچ کھڑے ہو کر ان کو ہدایت کی کہ وہ اپنے دلوں کو مضبوط رکھیں اور نہایت شاندار کامیابی کا تصور کریں اس لئے کہ ربانی قوتوں نے یہ پیشن گوئی کر دی ہے کہ اس وقت جو چیز نہایت شاندار اور منور ہے وہ دھندلا جائے گی۔ اور اس وقت ڈیونی سیس کی بادشاہت سے زیادہ کوئی چیز شاندار نہیں ہے۔ سسلی میں ان کی آمد سے یہ تجلی ماند پڑ جائے گی اور یہ چمک دمک ختم ہو جائے گی۔ اس طرح ملطس نے اس واقعہ کی ہیبت کو تقریر کے ذریعہ لوگوں کے دلوں سے دور کیا۔ لیکن شہد کی مکھیوں کے اس جھنڈ کے بارے میں جو ڈیون کے دنبالہ جہاز پر آبیٹھا تھا، ملطس نے نجی طور پر اس کو اور اس کے دوستوں کو بتا دیا کہ مجھے خوف ہے کہ جو عظیم مہم آپ چلانے والے ہیں اس میں وقتی طور پر آپ کامیابی و کامرانی حاصل کر لیں گے لیکن وہ زیادہ عرصہ نہیں چلے گی اور جلد ہی ناکام ہو جائے گی۔"

دیونی سیس کے ساتھ بھی کئی عجیب و غریب واقعات رونما ہوئے اور ان سے شگون لئے گئے۔ ان کی تفصیل بھی پلوٹارک نے دی ہے۔

برصغیر بھی زمانہ قدیم سے علوم و فنون اور فلسفہ و ریاضی کا مرکز رہا ہے لیکن یہاں بھی اکثر لوگ شگون لینے کی وبا میں مبتلا تھے۔

آغازِ اسلام سے قبل خود حجاز مقدس بلکہ پورے جزیرہ نما عرب میں شگون لینے کا رواج تھا۔ چنانچہ ان طریقوں میں سے بعض کا ذکر قرآن حکیم میں بھی کیا گیا ہے اور ان کو "رِجسٌ مِن عَمَلِ الشَّیطَان" بتایا گیا ہے۔ اسلام نے ان توہمات کا خاتمہ کیا پھر بھی اس کے بعض خفیف اثرات ہجرت کے بعد تک قائم رہے۔ چنانچہ جس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کا انتقال ہوا اسی روز سورج گرہن ہو گیا۔ بعض صحابہ کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہوا کہ حضرت ابراہیم کی وفات کے غم میں سورج نوحہ کناں ہے اور گرہن اسی کی علامت ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "چاند گرہن اور سورج گرہن فطرت کے اصول کے تحت ہوتے ہیں ان کو کسی کے مرنے اور جینے سے کوئی سروکار نہیں"۔ اس طرح آپؐ نے سعد اور نحس کے تصور کو رد کر دیا۔ اسی چیز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت امام ابن تیمیہ نے کہا ہے:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے دنیا کی تمام نحوستیں ختم ہو گئیں"۔

لیکن امتداد زمانہ سے یہ باتیں مسلمانوں میں پھر ابھر آئیں اور جب دوسری قوموں سے ان کا اختلاط بڑھا تو وہ پھر اسی چکر میں پھنس گئے۔ بعض بڑے بڑے مشائخ کے ہاں اس نوع کے توہمات دکھائی دیتے ہیں۔ حال ہی میں تاریخ کے پروفیسر محمد اسلم صاحب نے "خزانۂ جواہر جلالیہ" میں سے حضرت جلال الدین جہانیاں جہاں گشت کے ملفوظات پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"خزانۂ جواہر جلالیہ کے مطالعہ سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ قرونِ وسطیٰ میں لوگ دنوں سے شگون لیتے تھے۔ ان کے ہاں بعض دن سعد تھے اور بعض منحوس تھے۔ مخدوم صاحب نے بھی ان کی بڑی دلچسپ تفصیل دی ہے"۔

جب ایسے عظیم مشائخ کا یہ حال تھا تو عوام کا کیا ذکر۔ چنانچہ ہندوؤں کی طرح مسلمان عوام وخواص میں بھی صدیوں تک شگون لینے کا رواج رہا اور انہوں نے اپنی روزمرّہ کی زندگی میں اس کو داخل کئے رکھا۔ ان ہی عقیدت مندوں کی معلومات اور رہبری کے لیے شیولال نے حضرت اورنگ زیب عالمگیرؒ کے زمانہ میں یہ مثنوی تحریر کی اور مختلف دلنوں سے شگون لینے کے گُر بتلائے۔ نمونہ کے لیے سہ شنبہ کے شگون کی خاصیت درج کی جاتی ہے۔ فرماتے ہیں:

شگن، منگل اگر ہردم سناوے	کسی عورت کو بستی میں رولاوے
چلے ازبس ہوائے تیز اور تند	ویا بستی کا مالک ہو، فکرمند
یہ باتیں وہ شگن، اکثر دکھاوے	نہ دکھلاوے تو پھر بھونچال آوے
کہیں یہ کاش ہوتے اپنے گھر میں	صبح کے وقت یا پہلے پہر میں
تو یہ جانو کہ اندیشہ کر آوے	دوپہری کا شگن آندھی چلاوے
سپہری کا شگن اوس کا یہ رنگ لائے	کوئی عورت کسی کو لے کے بھگ جائے
شگن، ہو اوس کا گر چوتھے پہر میں	تو کوئی دوست مرجاوے شہر میں

اس مثنوی کا خطی نسخہ مشہور محقق ڈاکٹر محمد ایوب قادری مرحوم کے ذخیرۂ مخطوطات سے دستیاب ہوا ہے۔ یہ نسخہ ان کے کسی ہم وطن علی بخش خاں نے ۲۵ جولائی ۱۸۶۰ء کو تحریر کیا تھا۔ چنانچہ ترقیمہ کی عبارت یہ ہے۔

تحریر بتاریخ ۲۵ر جولائی ۱۸۶۰ء فصلی

خط بدنمط علی بخش خاں قوم سیّد ساکن قصبہ آنولہ ضلع بریلی بروز دوشنبہ بوقت آمدن۔

دوپاس تحریر یافت

ایوب قادری مرحوم نے اس کو مرتب کیا اور اس پر بعض حواشی کا اضافہ کرکے چند اختلافات اور متروکات کی نشاندہی کی ہے۔ ان کا یہ تحقیقی کام لائق ستائش ہے۔ امید ہے کہ ہمارے محققین اس کام کی نہ صرف داد دینگے

بلکہ خود بھی دوسری گم شدہ کڑیوں کی تلاش جاری رکھیں گے۔ اور اس خلا کو جو امیر خسرو سے ولی کے دہلی میں ورود تک اردو شاعری میں قائم رہا پُر کرکے جنوبی ایشیا کے شمالی حصہ میں اردو زبان و ادب کی ایک مسلسل و مربوط تاریخ مرتب کریں گے۔

۲۵ رجولائی ۱۹۸۴ء

ثناءالحق صدیقی

ع

ہوئی ہاتف سے یوں الہام لاریب
کہ اس کا نام کہہ "لولوئے از غیب"

۱۱۰۲ھ

شیولال

اردو زبان کے آغاز و ارتقا اور ترقی و اشاعت میں مسلمانوں کے ساتھ ہندوؤں نے بھی قابل اعتنا حصہ لیا ہے، گیسوئے اردو کی آرائش میں ان کی کوششوں کو بھی دخل رہا ہے اور ہر دور میں اچھے اچھے ہندو شاعر اور نثر نگار گزرے ہیں۔ یہاں ہم ایک ہندو اہل علم شیو لال کی ایک اردو مثنوی پیش کر رہے ہیں۔

شیو لال قصبہ آنولہ (ضلع بریلی، روہیل کھنڈ، انڈیا) کے ایک کایستھ خاندان کے فرد تھے وہ جوتش ودیا یعنی علم نجوم سے دلچسپی رکھتے تھے۔ انھوں نے شگن کے موضوع پر ایک مثنوی باسم تاریخی "لولوئے از غیب" (۱۱۰۲ھ / ۹۱-۱۶۹۰ء) لکھی ہے۔

یہ مثنوی عالمگیری عہد کی تخلیق ہے اس لیے شمالی ہند میں اردو نظم کے ارتقا کی ایک کڑی ہے اور اردو زبان و ادب کے طلبہ و مورخین کے لیے قابل توجہ ہے۔

ہمارے ذخیرۂ کتب میں یہ مثنوی خطی صورت میں محفوظ تھی جسے پہلی مرتبہ شائع کیا جا رہا ہے۔

محمد ایوب قادری

۲۱ ستمبر ۱۹۸۲ء
۳ ذی الحجہ ۱۴۰۲ھ سہ شنبہ

٣٦
سنیچر

ایشان ۴
راہو

قوم بھنگی

قوم ٹھاکر

قوم مسلمان

٨

١

٢

قوم اہیر

٧

ت ٩
ک ١٠

٣

قوم برہمن

دکن

٦

٥

۴

قوم جوگی

قوم گوجر

قوم بقال

منگل
٢٨
پچھم
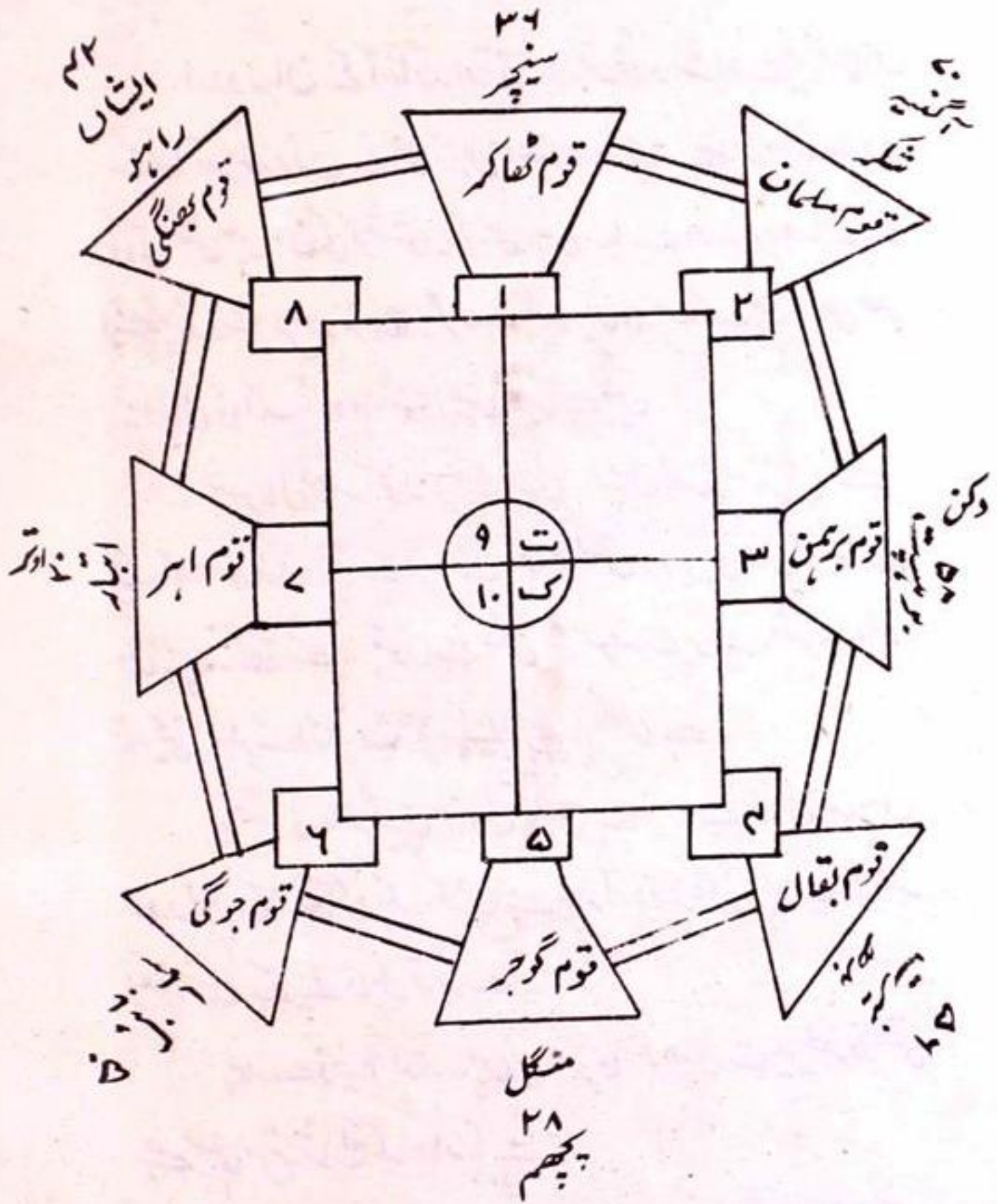
یا فتاح
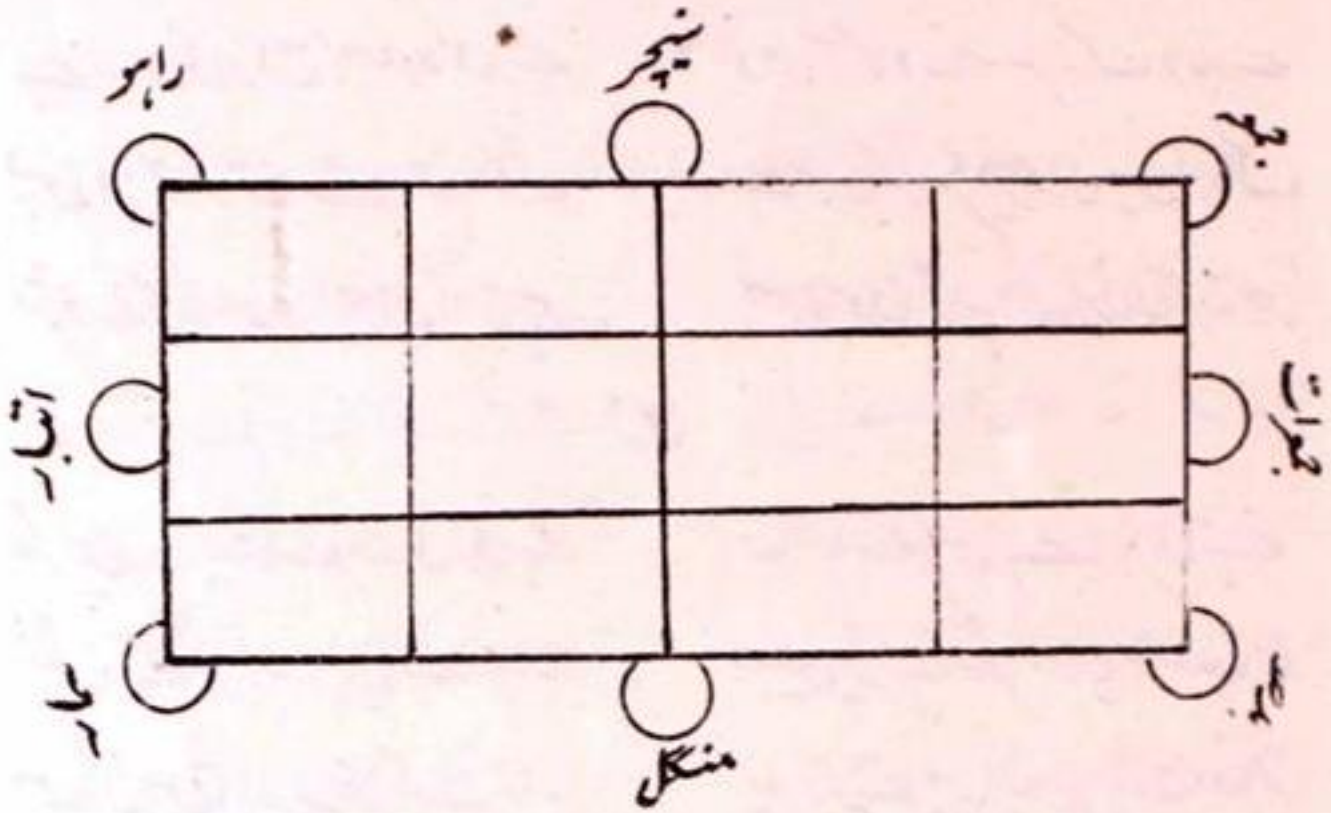
بسم اللہ الرحمن الرحیم

پس از توحیدِ ذاتِ کبریائی — مدح خواں جس کی ہے ساری خدائی

بنایا ہے اوسی نے، رات اور دن — کیا پیدا اوسی نے ہے ہر اک فن

اوسی کی ذات سے علم و ہنر ہے — وہی ہر ایک کے دل سے خبر ہے[۱]

اوسی سے ہے یہ خورشیدِ جہاں تاب — اوسی کے نور سے روشن ہے مہتاب[۲]

---

۱ خبر ہے یعنی خبر دار ہے۔

۲ اس شعر میں ایطا ہے۔

اوسی نے انجم و کوکب بنایا — اوسی نے شرق اور مغرب بنایا

اوسی نے اوتر اور دکّن بنایا — اوسی نے یہ شگن اشگن بنایا

ہے اوس کی ذات کا جلوہ ابد سے — وہی آگاہ ہے ہر نیک و بد سے

پس از حمد و ثنائے احمد پاک — ہے جس کو سر یزدانی میں ادراک

شروع کرتا ہوں احوال شگن میں — نہیں ہوں گرچہ کچھ موزوں سخن میں

(۲)

مگر میں نے یہ تک بندی کری ہے — خدا جانے بھلی ہے یا بری ہے

شگن کے نو دسا ہیں اے مرے یار — انہیں پر ہے حصر[۱]، دنیا کا سب کار

ہیں ان میں آٹھ ساتر کیت تائم — پھرا کرتے ہیں یہ ہر ہشت، دائم

یہ اوس کے گھر گیا، وہ اور کے گھر — اسی صورت سداں کھاتے ہیں چکر

حکایت مشتری در بیان خرامش بدن[۲]

اوٹھی ہے مشتری جمعہ کے دن سے — چلی ہے بائیں جانب کو وطن سے

چلی گھر سے گئی وہ بدھ کے گھر — وہ پہونچا جا کے پھر منگل کے گھر پر

گیا منگل غرض ستمار کے ہاں — وہ دھر دوڑا گیا، اتبار کے ہاں

گیا اتبار اوٹھ کر، راہو کے گھر — وہ آیا کوچ کر شنبہ کے گھر پر

سینچر دوڑ کر جمعہ پر آیا — جمعہ[۳] پھر پنجشنبہ کے گھر آیا

اسی صورت سے سب یہ پھر پھرا کے — گھر اپنے پنجشنبہ کو ہیں آتے

۱؎ حصر کے ص کو متحرک باندھا ہے

۲؎ بدن = بروز

۳؎ جمعہ کا ع خارج از تقطیع

شگن سے یوں خبر صاحب ہا تیں ہے — خصومت مشتری اور راہو میں ہے
نہ جاتی (وہ) کبھی بے راہو کے گھر — نہ (وہ) آتا ہے گاہے اوس کے گھر پہ

(۳)

حکایت آثار شناختن با وصاف مشتری گوید

دکن میں پنجشنبہ کا وطن ہے — پسند اوس کو سنہری پیرہن ہے
طرف اوتر کے اوس کا رخ ہے اے یار — اور اوس کے سامنے رہتا ہے اتبار
درخت اوس سرزمیں پر ہیں بہت سے — کٹائی اور دھتورہ کے نسبت سے
عدد میں اوس کے اٹھاون مقرر — نہ اوس سے کچھ زیادہ ہیں نہ کم تر
وہ اپنی قوم کا ہے گا برہمن — عمر کا اوس کی ہے چالیسواں سن
نہایت خوبصورت ہے وہ ظالم — ہر یک عضو اوس کے قد کا صحیح[۱] و سالم
ببھو کا سا بدن ہے گورا گورا — کرے مہتاب ہے جس کا تھوڑا
حویلی اوس کی پختہ ہے بہت خوب — نہایت خوش قطع ہے اور خوش اسلوب
امیرانہ ہے اوس کا طور ہر یک — دغا بازی کا اوس میں عیب ہے یک[۲]
تیرش غماز ہے اور فتنہ پرداز — دغا شیوہ ہے اوس کا ہے دغا باز
ارے ہر ایک سے لِلّٰہ ضد ہے — بدی شیوہ ہے اوس کا پورا بد ہے

(۴)

سنو تم اوس کے کھانے کی حکایت — خورش پاکیزہ کھاتا ہے نہایت
ہیں اوس کے داغ چیچک رو کے اوپر — قریباً ہیں دلے چہرہ[۳] کے اوپر

---

۱ صحیح کی آخری ح خارج از تقطیع

۲ ایطائے جلی

۳ صلاحی = صلاح کار

صلاحی[1] اوس کا ہے آہوئے صحرا ہے اوس کا رنگ، روپہرا اور سنہرا
بڑی تو یہ ہے، اوس رنگ کی نشانی نہایت، اوس کی چھتری ہے، پورانی[2]
بڑا، اس پر ہے پردہ، سرخ رنگ کا اور اوس کے بیل کا ہے، رنگ زردا[3]
ہیں، اون کی شاخیں چھوٹی، قد کوتاہ اور اوس کے موئے دم بھی ہیں ذرا سیاہ[4]
پٹارا، ایک ہے گا، اوس کے اندر سو اوس میں ہے دھرا، سونے کا زیور
بسر دروازہ ہے اک پیپل اوس کے وہ ہے ازبسکہ مرغوبِ دل اوس کے
سو اوس پیپل کے اوپر چار ہیں جن دیا کرتے ہیں چوکی، رات اور دن
اور اوس کے ساتھ میں ہیں پانچ بی بی نہیں رہتیں جدا اوس سے، کبھی بھی
ہے اوس کے ساتھ اون پانچوں کا سنجوگ کہ جن کو جوگنی کہتے ہیں سب لوگ
ازل سے بی بی اول کی ہے پوشاک سراسر سرخ ہے از جیب تا چاک
ہر انکے سے، بیٹھی کر رہی ہے (۵) جوانی کی عمر[5] میں، بسر رہی ہے
سنہری، پیرہن ہے دوسری کا وہ رنگ مرغوب ہے بس اوس کے جی کا
بولاتی[6]، مرد کو ہے وہ کسی کے نکالے تاکہ وہ، ارمان جی کے
سویم کی، زرد ہے پوشاک ساری برہنہ سر، وہ بیٹھی ہے، بچاری

---

[1] صلاحی = صلاح کار

[2] پورانی = پرانی

[3] زردا = زرد

[4] سیاہ میں یائے بطنی قرار دی ہے۔

[5] عمر کی میم کو متحرک باندھا ہے۔

[6] بولاتی = بلاتی

سراپا ناز ہے، صورت شکل[1] میں — اور اوس کے، ایک لڑکا ہے بغل میں

چہارم کا کسوٹی، پیرہن ہے — سراپا ناز ہے، نازک بدن ہے

سلائی سے لگا لیتی ہے سرمہ — پھر اپنی آنکھ میں دیتی ہے سرمہ

اور اوس کی بی بی، پنجم بچاری — کہ جس کی سیاہ[2] ہے پوشاک ساری

صحن خانہ میں تنہا ہو رہی ہے — کچھ اک کالا سا کپڑا دھو رہی ہے

حکایت سوم در بیان صفت سکر روز جمعہ

جمعہ کا ہے، رطن، آگینہ میں یار — مسلمان، اوس کے مذہب کا ہے سردار

سفید، اوس کے بدن کا پیرہن ہے — برس ستر کا، اوس کے سال و سن ہے

(۶)

سراسر اوس کی ہے پوشاک میلی — غذا کھاتا ہے نت کڑوی کسیلی

یہ نت پہچان کی، اوس کے نشانی — کہ باتیں آنکھ ہے اک، اوس کی کانی

ہے گورا رنگ، اوس کے تن بدن کا — صلاحی[3] اوس کا ہے خرگوش، بن کا

کچھ اندک قد ہے اوس کا، بڑا ہے — نہ موٹا ہے نہ پتلا، لم چھڑا ہے

کہیں اس طور سے اہل خرد، ہیں — کہ اوس کے نام کے ستر عدد ہیں

برائی، اوس کی خصلت میں نہیں ہے — ذکر[4] خوبی کا، اوس کی ہر کہیں ہے

---

۱ شکل کا کاف متحرک باندھا ہے۔

۲ سیاہ میں یائے بطنی قرار دی ہے۔

۳ صلاحی = صلاح کار۔

۴ ذکر کا کاف متحرک باندھا ہے۔

سفیدی اوس کے پانوں پر عیاں ہے | سواری رتھ کی اوس کے بھی یہاں ہے

بڑے سے بیل ہیں اور رتھ پرانا | مگر میلا کچیلا اوس کا بانا

وہ رتھ اوس کا ہے تانبے کا مری جاں | پورانا[1]، اوس کی پوشش کا ہے ساماں

شکستہ اوس کی چھتری ہے، پورانی[2] | مسواب اوس کے بیلوں کی نشانی

سفیدہ[3] بیل ہیں، اوس کے سراسر | اور اون کے سینگ ہیں موٹے برابر

ہے ٹیکا اون کی پیشانی کے اوپر | ذرا اک گل موچھے بھی ہیں برابر

(٧)

حویلی اوس کی کچی ہے، پورانی[4] | بتاؤں تم کو، اوس کی یہ نشانی

نہ چھوٹی ہے نہ چنداں کچھ بڑی ہے | وہ لنکا کی طرح پھوٹی پڑی ہے

وہ ہے از بس پورانی اور شکستہ | اور اوس کے پیش دروازہ ہے رستہ

حویلی کو لگے ہیں اوس کی، جھانکرہ[5] | ہوئی اوس کی ہے اوس میں عمر آخر

شگن سے معتبر ہم کو خبر ہے | اناروں کا درخت اک اوس کے گھر ہے

نہیں کچھ ہے وہ اپنے دل سے تلاپخ | اور اوس کے ساتھ بس ہیں جوگنی پانچ

سنو، پہلی کا اب اعمال نامہ | اک اوس کے ہاتھ میں ہے پائجامہ

حمل سے، سو، وہ اب نازک بدن ہے | سفید اوس کے بدن کا پیرہن ہے

---

١ پورانا = پرانا

٢ پورانی = پرانی

٣ سفیدہ = سفید

٤ پورانی = پرانی

٥ جھانکرہ = جھانکڑ

اور اوس کی دوسری بی بی مرے یار — نہاتی ہے بدن مل مل کے ہر بار

سنو اب تیسری کا بھی فسانہ — ہے اوس کے ہاتھ میں پیشہ ورشانہ

چہارم ہے بڑی مکار و بد ذات — طوائف کا کسب[1] کرتی ہے دن رات

مگر وہ پانچویں بی بی مرے یار — بڑی متراضن ہے اور نیک کردار

(۸)

حکایت آثار شبنہ

خبر تحقیق[2]، اے صاحب ہمیں ہے — سنیچر کی سکونت شرق میں ہے

ہے پوشاک اوس کی دھوری سی برابر — اور اپنی قوم کا ہے گا وہ ٹھاکر

جوانی کی عمر[3] اور سانولا ہے — بڑا نٹ کھٹ نہایت چولبلا[4] ہے

مجھولا قد ہے، اور ہے وہ شہ زور — بڑا مفسد، بڑا ڈاکو، بڑا چور

قوی تن ہے وہ، اور تہوار بھی ہے — خورش بھی اوس کی پچھلی ماس گی ہے

حویلی اوس کی، لوہے کی ہے، اے یار — مگر پورب کے اک ٹوٹی ہے دیوار

بہت اونچی یہ ہے، اوس کی حویلی — بس اک دیوار ٹوٹی ہے اکیلی

سو اوس جگہ[5]، لگار کھے ہیں جھانکر[6] — کچھ آگے پانی بھی ہے بڑھ بڑھا کر

عدد دیکھو اوس کے ہیں چھتیس اے جاں — نہ کم ہیں کچھ، نہ کچھ اوس سے فراواں

اوسی جاگہ[7] پہ اک رہتی ہے دیبی[8] — سداں چھکتی ہے لڈو اور جلیبی

سنیچر پر نہایت مہربان ہیں[9] — گویا وہ اوس کے گھر کی پاسبان ہیں[10]

---

[1] کسب کا س متحرک باندھا ہے۔ [2] یعنی تحقیق سے۔ [3] عمر کی میم کو متحرک باندھا ہے۔
[4] چولبلا = چلبلا [5] جگہ کا گ مشدد باندھا ہے [6] جھانکر = جھانکڑ [7] جاگہ = جگہ [8] دیبی =
دیوی۔ [9] [10] دیوی کی وجہ سے جمع کا صیغہ استعمال کیا ہے۔

(۹)

خبر کرتی رہے ہر نیک و بد سے
جتاتی ہے اُسے اپنی مدد سے

اک اون کے پاس برچھی ہے انی دار
اور اک ترسول ہے لوہے کا اے یار

اور اوس ٹھاکر کا مینڈھا ہے صلیح کار[1]
کیا کرتا ہے اوس کی رائے پر کار

سواری رتھ کی ہے مدت سے اوس پر
ہے پوشش اوس کی دھوری سی سراسر

بھلا اس رکھ تو اوس کے رتھ کے آثار
وہ رتھ روپے کا اور تانبے کا ہے یار

اور اوس کے بیل ہیں، لیلے[2] سراسر
ہے اون کا قد بھی از بسکہ کہتر

ہیں اون بیلوں کی شاخیں راست کردار
وہ کھلی گل پہ چھپے بھی ہیں مرے یار

درخت، اک نیم کا ہے اوس کے گھر میں
نہایت تلخ اور کڑوا زہر میں

مربع چوترا[3] ہے، اوس کے دربر
بھری ہے سیم خالص اوس کے اندر

چھ اوس کی جوگنی، دم ساز ہیں گی
وہی سب، اوس کی محرم راز ہیں گی

ہے اوس کی جوگنی، اوّل بھوانی
پہنتی ہے سدا، پوشاک دھانی

کبودی پیرہن ہے، دوسری کا
کہ نیلا رنگ ہے، اوس کی خوشی کا

(۱۰)

سنو اب تیسری کی بھی نشانی
بدن میں اوس کے ہے پوشاک دھانی

چہارم جوگنی ہے پست قامت
اور اوس کا سانولا پن ہے قیامت

نہایت، پانچویں بی بی ہے چالاک
پہنتی ہے سفید اور سیاہ[4] پوشاک

چھٹی بی بی کا اوس کے ہے یہ آثار
سفید اوس کا ہے، پیراہن طرحدار

---

۱ صلیح کار = صلاح کار
۲ لیلے = نیلے
۳ چوترا = چبوترا
۴ سیاہ میں یائے بطنی قرار دی ہے۔

حکایت آثار راہو

وطن ہے راہو کا ایشان کے بیچ — وہ بھنگی ہے اور اوس کے کام ہیں ہیچ

سراسر ہے سیہ پیراہن اوس کا — جوانی کی عمر[1] کا ہے سن اوس کا

وہ ہے گا دیکھنے میں بھی سیاہ نام — نہیں کرتا وہ گھر پہ یکدم آرام

وہ ناسر[2] چشم ہے اور راحد العین — وہ ڈوری گنج کی بھی چاندی میں

نہ موٹا ہے نہ پتلا ہے بچارا — پھرا کرتا ہے دن بھر مارا مارا

خورش ہے بھنگیوں کی جو جہاں میں — شگن وا لے رہی اوس کی شبا دیں

مسقف ہے مکاں اوس کا سراسر — عمارت خام ہے پر (چھر) بھی بہتر

(۱۱)

نہیں کنگال ہے وہ مال والا[3] — لگا رکھتا ہے سب کوٹھوں کو تالا

حویلی کا پتا اوس کی عیاں ہے — کر در پر اوس کے اک دربارواں ہے

سواری رتھ کی رکھتا ہے وہ بھنگی — ہے اوس کے ساتھ سب سامان جنگی

سب پوشش ہے ساری اوس کے رتھ کی — یہ رنگت ہے غرض اوس کے جگت کی

اور اوس کے بیل ہیں نیلے[4] سراسر — ہیں اون کے سینگ نکڑے اے برادر

اور اوس بھنگی کا رتھ لوہے کا ہے یار — نہ کر تو اس میں کچھ اب مجھ سے تکرار

---

۱ عمر کی میم متحرک باندھی ہے

۲ ناسر = ناسور

۳ مال والا = مالدار

۴ نیلے = نیلے

ہتوا ہے اوس کی باہمن اور سلح کار[۱] / وہ اوس کا ہے، یہ اوس کی محرم راز

شجاعت میں بھی بے مانند[۲] ہے وہ / نہیں کنگال، دولت مند ہے وہ

اور اپنے قول میں ثابت قدم ہے / نہیں، دنیا کا کوئی، اوس کو غم ہے

ڈرا کرتے ہیں اوس سے چور سارے / چوراتے[۳] ہیں نہ اوس کے ڈر کے مارے

کرے جو کام، پھر ہرگز نہ چھوڑے / کبھی اوس کام سے منہ کو[۴] نہ موڑے

بھلا کرنے پہ آرے کا شکے وہ / تو پھر چاہو سو ہو، اوس کو کرے وہ

(۱۳)

برائی پر کمر باندھے، اگر وہ / کسی کی بھی، نہ مانے بات، پھر وہ

مگر کارنکو وہ کم کرے ہے / برے کاموں پہ اکثر دل دھرے ہے

ذرا سا اور بھی، یہ حال سن تو / عدد رکھتا ہے وہ چالیس اور دو

چھ، اوس کے ساتھ میں ہیں جو گنی یار / محبت کے نشے میں، اوس کے سرشار

ہے اون میں ایک گنجی، ایک کانی / کچھ، پوشاک بھی اون کی، پورانی[۵]

اور ان میں ایک نابینا ہے اے یار / ہے اوس کو روز روشن، چوں شب تار

کہاں تک بات اوس کی طول دے جاؤں / ہیں اوس کے لئے سارے ہاتھ اور پاؤں

کہاں تک اون کے ہم عیبوں کو ڈھائیں / چمکتی سی ہیں کچھ چوکتی کی آنکھیں

---

۱ سلح کار = صلاح کار

۲ بے مانند = بے مثل

۳ چوراتے = چراتے

۴ "کو" زائد ہے۔

۵ پورانی = پرانی

کبودی اور پورانا[1] پیسر ہیچ ہے
لچی سی ناک، تنگ کالا بدن ہے

وہ، اوس کی پانچویں بی بی مرے یار
بڑی مکار ہے اور زشت کردار

بتاؤں اوس کے، اب آثار سارے
نہاتی ہے، غرض، دریا کنارے

رہا کرتی ہے چہ بچہ سے اوپر
بھری ہے سیم خالص اوس کے اندر

(۱۳)

وہاں پر سانپ بھی ہیں، دو مری جاں
اوسی مال اور خزانے کے نگہباں

چھٹی بیٹھی ہے، تہ خانہ کے اوپر
بھرا ہے اوس کے اندر، سیم اور زر

وہ تلیا[2] صاف کرتی ہے مہرباں
سنہرے اوس کے کپڑے ہیں، مری جاں

حکایت آثارِ یکشنبہ

وطن ابتار کا، اور زمیں ہے یار
اہر[3] ہے قوم کا، اہروں کا سردار

جواں ہے، خوبصورت ہے، حسیں ہے
نہیں، کچھ مال کی اوس کے، کمی[4] ہے

بدن بھاری ہے گورے رنگ ہے وہ
سخی بھی ہے، نہیں دل تنگ ہے وہ

میانی قد ہے، اوس کا، سراسر
نہ بالاتر نہایت، اور نہ کم تر

صحیح[5] سالم ہیں، اوس کے عضوِ تن کے
سفید، اوس کے ہیں، سب کپڑے بدن کے

---

[1] پورانا = پرانا   [2] تلیا = تلیہ

[3] اہر = اہیر، روہیل کھنڈ میں بالعموم "اہر" بولتے ہیں، ضلع بدایوں میں اہروں کی خاصی آبادی ہے اور ان کے ایک علاقہ کو "اہرواڑہ" کہتے ہیں۔

[4] کمیں = کمی، حسیں اور کمیں ہم قافیہ

[5] صحیح کی آخری ح خارج از تقطیع

خورش ہے اوس کی، اکثر شیر و شکر　　غذا اوجلی، اسے آتی ہے پک کر

نہیں کچھ اس میں بے اب جائے تکرار　　عدو اتبار کے عشرین[20] ہیں یار

سبک رفتار ہیں سب، اوس کے گھوڑے　　صبا بھی، جس کے آگے، ہاتھ جوڑے

(۱۴)

مکان اس کا بلندی پر بنا ہے　　نہایت خوش قطع، بہتر بنا ہے

لگے ہیں آئینے، جھل جھل، سراسر　　حویلی ہے وہ، اونچی سی زمین پر

وہ منزل ہے، بڑی عالی عمارت　　یہ جی چاہے، کرے، اس کی زیارت

چھکا چھک، اوس کے ہیں دالان اور در　　ہے اوس میں، چوترا[1] چاندی کا، اندر

رحم دل ہے، ولیکن اپنے گھر میں　　سخی بھی ہے بڑا، اپنے شہر میں

پرائے گھر پہ جاتا ہے اگر وہ　　تو یہ خصلت نہیں رکھتا ہے پھر وہ

پرائے گھر پہ گھٹ کرتا ہے ظالم　　نہیں رہتی، وہ خصلت اوس کی سالم

مگر اکثر رحم کرتا ہے سب پر　　دلاتا ہے، ہر اک کو سیم اور زر

ہے باہمن ہنس، اوس سیمیں بدن کا　　مصاحب ہے، وہ اوس کے رات دن کا

سواری رتھ کی رکھتا ہے وہ دلبر　　سفید اور سرخ ہے پوشش سراسر

اور اوس کے بیل ہیں، رتھ کے سفیدہ[2]　　کھلاتا ہے اونہیں گھی اور میدہ

روپہری اوس کا رتھ ہے اے برادر　　اور اوس کے بیل کے گلے میں ہیں سراسر

اور اون کا، خورد ہے سب قد قامت　　اور اون کی گل پوچھی ہے گی علامت

(۱۵)

---

[1] چوترا = چبوترا

[2] سفیدہ = سفید

درخت ایک بڑ کا دربر ہے جمایا
سہانا ہے نہایت، اوس کا سایا

اور اوس کی، جو گنتی ہیں پانچ ہم راز
ہیں یک دم، ہر گھڑی کی اوس کے دم ساز

بڑی کچھ زرد پہنے ہے بغل میں
بناتی ہے کباب اپنے محل میں

خزانے کا جو گھر میں چوترا[1] ہے
سو اوس پر دوسری رونق فزا ہے

زنِ سوم، جو وہ گھر پے رہی ہے
ہوا شیر گرم کو دے رہی ہے

حکایت آثار دوشنبہ

وطن سمار کا باتُب میں ہے یار
اب اوس کے بھی، سنو تم، طور اطوار

سرِ بھنگی ہے، کھاتا ہے ہر یک چیز
نہیں دنیا میں چھوٹی اوس سے یک چیز[2]

حلالی[3] کھائے اور مردار کھائے
بدن میں پیرہن میلا سا بھائے

تمیز اوس کے نہیں مذہب کی، بے اب
بس اوس کے چھوٹے پھاٹے یار ہیں سب

نشے میں، رات دن رہتا ہے سرشار
نشہ ہر ایک کھاتا ہے وہ، مکار

وہ چیچک رو بھی ہے اور گندمی رنگ
نہ بوزا اوس سے چھوٹا ہے نہ اور بھنگ

(۱۶)

بدن دوہرا ہے اوس کا اور جواں ہے
سواری کا بھی رتھ اوس کے یہاں ہے

مگر رتھ اوس کا ہے اٹھ بات کا یار
اور اوس کے رتھ پہ پردہ ہے کا گل نار

سن اب تو، اوس کے بیلوں کا بھی احوال
نپٹ سالے ہیں، اون کے پونچھ کے بال

نہایت شوخ ہیں اور شنگ ہیں وہ
بچشم خیال[4]، کالے رنگ ہیں وہ

---

[1] چوترا = چبوترا

[2] اس شعر میں ایطائے جلی ہے۔۔

[3] حلالی = حلال [4] خیال میں یائے بطنی قرار دی ہے۔

۱۶

اجی وہ بیل ہیں جنگی و خونی — اجل کو بھی کریں وہ ہنونی

حویلی اوس کی، تو تیار ہے سب — ہے کچی پرنمایاں، اوس میں ہے چھب

بڑا مفسد بڑا موذی بڑا چور — خورش دیکھو تو اوس کی ساری آخور

ہیئر اوس کی، زعنن ہے رات دن کی — کیا کرتی ہے باتیں، اوس کے سن کی

ببول ایک اوس کے دروازہ پہ ہے یار — بری صورت کے، اس کے یار ہیں خار

ازل سے ہیں، عدد پچاس[1] اوس کے — اور اک برچھی بھی ہے گی پاس اوس کے

رہے ہے اور اپنی بات تھوڑی — اک اوس کے در پہ ہے کتوں کی جوڑی

اور اوس کے گھر میں ہینگی جو گنی تین — وہ تینوں ہیں مثالِ گربۂ مسکین

شگن والوں نے کچھ ایسا لکھا ہے — بڑی بی بی کا گھر اژدہات کا ہے

(۱۷)

سنہری، اون کی ہے، پوشاک ہمدم — نہ اون کے تن میں انگیا ہے نہ محرم

نہیں ہے اس میں کچھ، مطلق مری بھول — بدستِ بی بی سویم ہے ترسول

اور اوس کا پیرہن ہے سابری رنگ — نہیں ہے دوسرا اوس میں ذرا رنگ[2]

ہے اوس کی تیسری بی بی کما ندار — اور اوس کے تیر بھی سب سرخ ہیں یار

حکایت آغاز منگل و وطن سہ شنبہ

وطن منگل کا ہے جہیم میں، اے جاں — وہ ہے گا شور در، اوس کی (ہے) پہچاں

بدن کے، اوس کے کپڑے ہیں پورانے[3] — ہے کھاتا شوردروں کے سارے کھانے

---

[1] پچاس = پچاس [2] ایطائے جلی

[3] پورانے = پرانے

پورانا پیرہن ہے میلا میلا ‏ ‏ نہیں ہے اوس میں کچھ جھگڑا جھمیلا

عمر کا ہے وہ، اودھر ویسا بچارا ‏ ‏ چلے ہے، دے کے لاٹھی کا سہارا

بدن کا رنگ، اوس کے سانولا ہے ‏ ‏ کہ سب رنگوں میں رنگ خوش نما ہے

سلامت ہے، ہر اک عضو اوس کے تن کا ‏ ‏ ہے موافق، اوس کا پیمانہ بدن کا

وہ کرتا بدمعاشی ہر کہیں ہے ‏ ‏ چورا کر چیز پھر دیتا نہیں ہے

سداں بیمار رہتا ہے وہ ناکام ‏ ‏ نہیں ہوتا کبھی ہے اوس کو آرام

صلاحی اوس کا ہے پھوا پورانا ‏ ‏ نہایت ہے وہ زیرک اور دانا

(۱۸)

حویلی خام ہے از سقف تا بام ‏ ‏ سراسر اوس میں ہے گارے کا سب کام

طرف مغرب کے اوس سے، اے برادر ‏ ‏ بہت جنگل بڑا ہے اور کھادر

تراشا، کون میرے راگ پورنے ‏ ‏ عدد ہیں اوس کے اٹھائیس پورے

اور اوس کی کوٹھری کے بیچ اکثر ‏ ‏ ٹپاری ہیں کئی رکھی برابر

بھرا ہے اوس کے اندر، مال و اسباب ‏ ‏ ہووے تاکہ وہ بے ننگ و بے آب

ہے اوس کے رتھ کا پردہ، میلا میلا ‏ ‏ نیٹ رہتا ہے وہ میلا کچیلا

ہیں ابلق، اوس کی بڈھیاں اور کلاں تر ‏ ‏ کہ جن کے بینگ ہیں آنکھوں کے اوپر

سفید اون کی ہے پیشانی سراسر ‏ ‏ اور اون کے دانت آدھے ہیں برادر

---

۱ پورانا = پرانا

۲ عمر کی میم متحرک باندھی ہے

۳،۴ چورا = چرا

۵ صلاحی = صلاح کار

سناں شاخ پر ہے گی سفیدی | کہ صورت جس کے دیکھے سے ڈرے جی
وہ رتھ لوہے کا اور تانبے کا ہے یار | دورہ پہ اوس کا پہیہ ہے سنا ندار
درخت اک اوس کے گھر پھل کا ہے یار | ہیں اوس کی ڈالیاں از بس پُر از خار
اور اوس کے ساتھ ہیں ہیں جو گنی تین | نہ چوری سے ملے اون کو تو لیں چھین
ہے اوس کی بی بی اوّل کی پوشاک | غلیطہ[1] اور پورانی[2] چاک در چاک
یہی کلمہ، وہ ہر ساعت پکارے | کوئی کایت[3] کسی ٹھاکر کو مارے

(۱۹)

اور اوس کی دوسری بی بی کی پوشاک | پورانی[2] ہے نہایت اور ناپاک
اک اوس کے ہاتھ میں ہے گیا پہرسا | کہ ہندی میں جسے کہتے ہیں ہرسا
ہے اوس کی تیسری بی بی سیاہ نام | صفا کرتی ہے مچھلی ہر صبح شام

حکایات چہار شنبہ

نی رت[4] میں، وطن ہے بدھ کا یار | وہ شاہی (میں) کرے ہے بنج بیوپار
بڑا غم خور ہے اور میٹھا ٹھگ ہے | روپہ سب سے بیلوں کا الگ ہے
دلاسا دم میں رکھے ہر کسی کو | وہ کہتا ہے قسم پر کھانی کی سوں
بدن میں اوس کے اوجلا پیرہن ہے | برس ساٹھک[5] کا اس کے سال بن ہے

---

[1] غلیطہ = غلط
[2] پورانی = پرانی
[3] کایت = کائستھ
[4] نی رت = نیرت
[5] ساٹھک = ساٹھ

نکالے کام اپنا کر بہانے — لگے پھر کہنے "میں کا[۱] رام جانے"
بدن تن توش میں تیار ہے خوب — غذا بنیوں کی سب ہے اوس کو مرغوب
پسند اوس کے ہے تیلی دال اور بھات — نرم چارہ اسے چھیئے[۲] ہے دن اور رات
ہے اوس کا رنگ تن کا گورا گورا — نہ اوس کے کوئی پھنسی ہے نہ پھوڑا
قد و قامت کلاں ہے اے مری جاں — ہیں اوس کے اینٹ کے دیوار و دالاں
رتبہ اوس کا ہے بہت اوجلا چھکا چھک — بلا شک چاہو اس میں نہیں شک

(۳۰)

اور اوس کے گھر میں اک ہے چشمہ باہ — مگر وہ خشک ہے بے آب واللہ
ہیں اوس کے بیل رتبہ کے پست قامت — اور اون کے سینگوں کی رنگت قیامت
اور آنکھیں اون کی کجلی ہیں سراسر — اور اک ٹیکا ہے پیشانی کے اوپر
رتبہ اوس کا نقرئی اے مہرباں ہے — طلائی اس کی چھتری میری جاں ہے
وہ لالہ ہے نہایت نیک کردار — کسی کو بھی نہیں دیتا ہے آزار
اگرچہ اوس کے سب کردار ہیں نیک — فقط رے لیٹ پن کا عیب ہے ایک
ہے اک زاغ سیاہ اوس کا صلح کار[۳] — وہ ہے پابند اوس کی رائے کا یار
ولیکن اور سب اب متردد ہیں — بس اوس کے نام کے چھپن عدد ہیں
اوسی کے بیچ میں اور مشتری کے — مرے جانی سکونت کیت کی ہے
اور اوس کی جو گنی ہیں پانچ اے جاں — سدا ان رہتی ہیں اوس کے ساتھ ہر آن

---

۱ میں کا = میں کیا (جانوں)
۲ چھیئے = چاہئے
۳ صلح کار = صلاح کار

بڑی کا حال بھی سن تو، کہ کیا ہے
کھلا ہے نیم دھڑ، سر پہ گھڑا ہے
نگربانی نہیں ہے اوس گھڑے میں
لیے جاتی ہے بھرنے کو، اگڑے میں
دویم بی بی جو ہے، وہ پست قامت
بلا اوس کو کہوں، میں یا قیامت
پرکھتی ہے، وہ روپے ہاتھ بھر بھر
اور اون کو ڈالتی ہے گھر کے اندر

(۲۱)

کرے ہے تیسری بیٹھی عبادت
اوسی میں وہ سمجھتی ہے سعادت
انیسوں سے یہ کہتی ہے کہ بہنو
ذرا پوشاک اپنی جلد پہنو

حکایت شادشگن بیان شبانہ روز مشتری

شگن ہو جس دن (اوس کا) اے مرے یار
تو اوس میں پھر نہ حجت ہے نہ تکرار
بتاؤں تجھ کو میں سیدھی سی پہچان
وہ دن ہے مشتری کے گھر میں اے جان
وہ بوے جس پہ شاہیں لے مری جاں
تو پہلے دیکھ بیٹھا کون ہے واں
نہ ہے یا کوئی واہاں[1] اور رہے گا
اوسی کی رو سے پھر سب حال بتلا

خواص شگن مشتری

شگن جب مشتری اپنا سنا دے
تو میٹھی چیز کچھ کھانے میں آدے
خوشی ہو اوس جگہ اور راگ ہووے
تردد کا رفع، کھڑاگ ہووے

خواص شگن جمعہ

---

[1] واہاں = وہاں

جمعہ بولے تو پھر اوس کا اثر ہے | دسال یارہ ہو یا مینھہ برسے
ویا مر جاوے کوئی دیں بہ اسلام[2] | یہ باتیں ہوئیں بیشک اے دلارام

شگن سینچر (شنبہ)

سینچر بول جب اپنا سنا دے | تو کچھ رخنہ وہاں در پیش آوے
ڈرے بستی کا راجا اے مری جاں | ویا کوئی مسافر آمرے واں
پڑے ڈاکہ وہاں یا ہوئے ہوہائے | ویا حاکم کسی کو باندھ لے جائے

خواص شگن راہو

شگن بولے اگر یہ راہو اور کیت | تو یوں برسے کہ ہو جنگل سراسیت
دیا بھڑکے کہیں آتش کا شعلا | کسی کا گھر جلے یا ہو اوجالا
یہ باتیں ہوئیں سب اوس کے اثر سے | اگر بچ جائیں تو پھر خون برسے

خواص شگن اتوار (یکشنبہ)

شگن اتوار کا بھی ہم نے تاڑا | بلا شک ہو وہاں کچھ غل غپاڑا
کسی سے چل پڑے تکرار ہو جائے | جماعت اوس جگہ بیمار ہو جائے

خواص شگن دوشنبہ

---

[1] جمعہ میں ع خارج از تقطیع

[2] دیں بہ اسلام = دین اسلام رکھنے والا یعنی مسلمان

شگن سمار کا ہوا ہے مرے یار — تو یہ جانو کہیں چل جائے ہتھیار

کسی کے خون بھی نکلے بدن سے — دیا نہ کوئی کو ہو آوے ادن سے

دخل آسیب کا ہو یا کسی پر — دیا آوے کہیں سے فوج گھر کر

اٹھے بیشک وہاں فتنہ پر آشوب — کوئی چڑھ آوے نقارہ پہ دے چوب

(۲۳)

خاصیت شگن سہ شنبہ

شگن منگل اگر ہر دم سنا دے — کسی عورت کو بستی میں ررلادے[1]

چلے از بس ہوائے تیز اور تند — دیا بستی کا مالک ہو فکر[2] مند

یہ باتیں وہ شگن اکثر دکھا دے — نہ دکھلاوے تو پھر بھونچال آوے

کہیں یہ آتش ہوتے اپنے گھر میں — صبح[3] کے وقت یا پہلے پہر میں

تو یہ جانو کہ اندیشہ کر آوے — دوپہری[4] کا شگن آندھی چلا دے

سہ پہری[5] کا شگن اس کا یہ رنگ لائے — کوئی عورت کسی کو لیکے[6] بھگ[7] جائے

شگن ہو اس کا گر چوتھے پہر میں — تو کوئی دوست[8] مر جاوے شہر میں

خاصیت شگن چہار شنبہ

---

۱ ررلادے = رلادے — ۲ فکر کا ک متحرک باندھا ہے۔

۳ صبح کا ب متحرک باندھا ہے — ۴ دوپہری = دوپہر

۵ سہ پہری = سہ پہر — ۶ لیکے = لے کر

۷ بھگ = بھاگ — ۸ دوست کی ت خارج از تقطیع

شگن، اگر بدھ کا بولے مرے یار
تو یہ جانو کہ مطلب ہو نہ زنہار

مگر وہ خیریت سے گھر کو آوے
کہیں پر راہ میں خطرہ نہ پاوے

شگن بولے، اگر پھر بدھ ہر بار
تو گھر بیٹھے تجھے، دولت ملے یار

شگن جوگنی چکر

اور ان آٹھوں کی پریاں ہیں مقرر
عمل ہر ایک رکھتی ہے گھڑی پر

اون ہی کو جوگنی کہتا ہے خلقت
مگر ہے اون کی، پریوں کی ہی خصلت

شروع چکر مشتری

پری ہیں مشتری کے سات گھر پہ
عمل رکھتی ہیں پر، واحد گھڑی پر

گئی پہلی پری، در کوہ کیلاس
انار اک ہاتھ میں رکھتی ہے وہ پاس

پری اب دوسری بیٹھی زمین پر
نہ مطلق شک سمجھ، اس میں برادر

پری سویم جو ہے بے رحم، بے درد
پہن پوشاک سرخ و سبز اور زرد

دکھن کی لگ کے دروازہ سے جاکر
ہوئی وہ انجم و کوکب میں سادر

چہارم مشتری کے گھر کے اندر
کھڑی باتیں، کرے ہے اے برادر

گئی ہیں اور بی بی پاس اوس کے
وہاں پر سر رکھی ہیں، پانچ بیٹھے

پری پنجم کے کپڑے ہیں، بھگونے[1]
لئے ہے ہاتھ میں، تسبیح، اپنے

ریاضت کے نشے میں پھر رہی ہے
زمین میں (تو) طواف اب کر رہی ہے

---

[1] بھگونے = بھیگے ہوئے

چھٹی ہے مشتری کے گھر میں بیٹی | غذا کھاتی ہے کچھ میٹھی و کھٹی[1]
نہ محرم، اس کے تن میں ہے نہ انگیا | فقط اوپر سے اوڑھے ہے دوپٹہ
کھڑی ہے ساتوں ہے گی ۰ اکیلی | مٹھائی کی دھری ہے گھر میں بھیلی

شروع چکر روز آدینہ

جمعہ[2] کی پانچ بہنیں، اے مری جان | سن اب تو مجھ سے اون پانچوں کی پہچان
پری پہلی تو اب، اے یار، بیٹھی | زمین میں کر رہی ہے غار بیٹھی

(۲۵)

پتہ یہ ہے پری دوئم کا کافی | کیا کرتی ہے نت، بیرم شگافی
جھڑولا گود، میں ہے تیسری کے | وہ دھوتی ہاتھ ہے مل مل کے گھی کے
سنو کردار، اب چوتھی پری کے | گئی ہے مصلحت کرنے کسی سے
پری پنجم کا سن احوال، پیارے | فکر[3] کرتی ہے کچھ دریا کنارے

شروع چکر شنبہ

پری ہیں پانچ شنبہ کے مکان پر | بھجی[4] رہتی ہیں ہر ساعت وہاں پر
پری اول چھلار ابن کے آئی | کرے ہے ناچ اور نغمہ سرائی
پری دوئم ہوئی عہدہ سے معزول | نہایت اہی، غم عزلت سے مجہول
پری سوئم کوئیں میں ہے مرے یار | نہیں معلوم کیا کرتی ہے واں کار

---

[2] جمعہ کا ع خارج از تقطیع

[3] فکر کا ک متحرک باندھا ہے۔ [4] بھجی = بیٹھی

[1] ہندی الفاظ کے ساتھ واو عاطفہ لکھا ہے۔

پہری چہارم روٹھ بیٹھی ہے، کسی سے — نپٹ اندوہگیں ہے ناخوشی سے
منانی ہے، پہری پنجم کو خلقت — کہ اے بی بی چلو، غصہ کرو مت

شروع چکر راہو

پہری ہیں آٹھ گھر پہ راہو کے یار — بگردش دل سن اب تو ان کے کردار
پہری اوّل کے پہلے سن اب آثار — ہے اس کی، شیر[1] اوپر نوکری یار
سو اس کو بیچتی پھرتی ہے، گھر گھر — نہیں ہے فرق کچھ اس میں برادر
میاں اس دوسری کے چوم لوں ہاتھ — کراتی ہے جماع[2]، خاوند کے ساتھ
پہری سوئم خصم کی گود میں یار — سناتی ہے سخن ہائے مزیدار

(۲۶)

پہری چوتھی، جو ہے گھوڑے کی اسوار — کہیں سے شہر کو آتی ہے، اے یار
پہری پنجم، لیے رامی، غلہ سے بھر کر — لئے آتی ہے بیرونجات سے گھر
پہ چھٹی کرتی ہے، بیٹھی مانگ چوٹی — پھڑکتی ہے بدن کی بوٹی بوٹی
پہری ہفتم، تراب بے فیض ہے یار — نہیں مطلب کی، اس کو حیض ہے یار
پہری ہشتم، چو ماہِ گیتی افروز — کرے ہے جادہ پیمائی شباں روز

(شروع چکر یکشنبہ)

پہری آتبار کے، ہیں سات گھر پہ — سن اب تو حال ان کا دل لگا کر
حقیقت سن پہری اوّل کی ہمدم — کوئی شخص اس کے پاس آتا ہے اس دم

---

[1] شیر بمعنی دودھ
[2] جماع کی ع خارج از تقطیع

پری دوئم گئی ہے گالوں کو آج — نہ گھر پر تخت ہے اس کا نہ تاج
پری سوئم اینٹ بیمار ہے یار — نہیں معلوم کیا ہے اس کو آزار
پری ہے چارم ننگی او گھاری — ہر اک پنکھے سے گرتی ہے بچاری
پری پنجم کے ہو کیونکر نہ برکت — مسلمانوں سے کرواتی ہے شرکت
ششم کا حال مت پوچھو جوان بخت — چُراتی[1] ہے کسی کا مال اس وقت
پری ہفتم کی جا عرشی بریں پر — نشاں اپنا چھوڑا کچھ زمیں پر

(شروع چکر دوشنبہ)

دوشنبہ کی پری ہیں پانچ جانی — بتاؤں تم کو ان کی بھی نشانی

(۲۷)

پچھر پا سر کے اوپر دھر دھر اکر — چلی پہلی پری ماٹی[2] کے خاطر
دوئم کا حال کہتا ہوں سنائے — کہیں سے مال لاتی ہے اڑائے
چلی جاتی ہے بھاگی سمتِ شمار[3] — نہیں کچھ تن بدن کا ہوش ہے یار
سوئم ہے مار کے بھاگی کسی کو — نپٹ ہے خوف غالب اس کے جی کو
چہارم سانگ[4] رادرودست دارد — پری پنجم درم ہلئے شمارد

(شروع چکر سہ شنبہ)

بیاں منگل کے گھر تیرہ پریں[5] ہیں — کہ جس کی دھوم تا عرش بریں ہے

---

[1] چوراتی = چراتی — [2] ماٹی = مٹی

[3] سمت شمار = عربی اور ہندی الفاظ کے ساتھ ترکیب اضافی

[4] سانگ بمعنی شاخ — [5] پریں = پریاں

اڑی، پہلی پری، شنکر کے گھر کو — لیے ہے گود میں لخت جگر کو

پری، وہ دوسری، اتبار کے گھر — پیئے ہے دودھ بیٹھی اے برادر

پری سویم سنیچر کے ہے، گھر پے — ہے کھاتی سانپ (اپنے) ہاتھ میں لے

پری چوتھی گئی ہے راہو کے گھر — غسل کرتی ہے بیٹھی، اے برادر

بغل میں، راہو اور اتبار کی ہے — پری پنجم، تو مار اور دھاڑ کی ہے

ششم شمار کے گھر کو گئی ہے — وہاں پر ہاتھ درلز، دھو رہی ہے

گئی ہے ساتویں، گھر بدھ کے اے یار — درزن کرتی ہے روپیوں کا اسی بار

اور اون کو ڈالتی ہے کوٹھڑی میں — یہی آیا ہے، کچھ اب، اوس کے جی میں

گئی ہے آٹھویں گھر مشتری کے — کھوی باتیں سی کرتی ہے کسی سے

(۲۸)

نویں موجود ہے منگل (رکے) گھر پر — پڑی بیمار ہے، ٹوٹے پلنگ پر

دہم بھی اوس کے گھر پر ہے، وہ بیمار — لگا ہے زخم اوس کے سر میں اے یار

رہیں ہے گیارہویں کھادر کے اندر — عبادت کر رہی ہے، اے برادر

رہیں ہے بارہویں اندر کو جا کے — نکالے کرن، اوس کو ہائے لا کے

مگر وہ تیرہویں کیلاس میں جا — کرے ہے گوری اور شنکر کی پوجا

وہاں پر سانپ ہے اور شیر بھی ہے — ولے ڈرتا نہیں کچھ اوس کا جی ہے

(شروع چکر چہار شنبہ)

پریں[1] ہیں بدھ کے گھر تر پانچ اے یار — لگا کر دل، سن اب تو ان کے کردار

---

[1] پریں = پریاں

سن اب پہلی پری کا حال اے یار | کرے ہے اب کسی راجا کا دربار

پری دویم ہے اب تلیا[1] پکاتی | نہیں اوس کو غذا دیگر خوش آتی

پری سوئم نہا دھو کر بچاری | پہنتی ہے میاں پوشاک ساری

پری چوتھی یہی کہتی ہے ہر بار | بلا لو آدمی باہر سے دو چار

پری پنجم گئی پورب میں اے یار | کسی سے کر رہی ہے جنگ و پیکار

(خاتمہ)

بس اب شیو لال قصہ مختصر کر | یہاں تاریخ کی بھی کچھ نکر[2] کر

ہوئی ہاتف سے یوں الہام[3] لاریب | کہ اس کا نام کہہ[4] "لولوئے ازغیب"

تحریر بتاریخ ۲۵ جولائی ۱۸۶۰ فصلی

خط بد خط علی بخش خاں قوم سید ساکن قصبہ آنولہ ضلع بریلی

بروز دو شنبہ بوقت بر آمدن دو پاس تحریر یافت

ہر کہ خواند دعا طمع دارم | زانکہ من بندۂ گناہ گارم

تاریا بر من مکن چندیں عتاب | گر خطائے رفتہ باشد در کتاب

---

۱ تلیا = تلیہ

۲ نکر کا ک متحرک باندھا ہے۔

۳ الہام کو مونث باندھا ہے۔

۴ "لولوئے ازغیب" سے ۱۲۰۲ھ بر آمد ہوتے ہیں۔ ۱۷۹۰-۹۱ء